ABSTRACT

Gloassaries and author dictionaries in Urdu: principles and problems

It is heartening to see a large number of students working on gloassaries of literary texts and author dictionaries for their MPhil and PhD dissertations. But despite hard work the gloassaries compiled by these researchers sometimes lack in many aspects. The reason is a general lack of material in Urdu on glossaries, their history and the principles laid down for compiling such works.

This research paper describes the definition and nature of gloassaries and author dictionaries along with a brief history of Urdu gloassaries. It also provides the readers with some basic information and rules governing the compilation of gloassries and dictioanries of terminology and/or dictioanries of technical terms. It also takes into account the problems practically faced by the scholars while compiling /editing such dictioanries/glossaries. Special care has been taken to explain every aspect with examples and especially examples from Urdu literature and glosaaries published in Urdu.

پروفیسر رؤف پاریکھ

فرہنگیں اور اردو میں ادبی متون کی فرہنگیں: اصول اور مباحث

خوشی کی بات ہے کہ ہماری جامعات میں اردو کے اہم ادیبوں اور شاعروں کے متون کی فرہنگیں بنائی جارہی ہیں۔ یہ بہت اہم کام ہے اوران فرہنگوں کے ذریعے ایسے سیکڑوں الفاظ اور معنی مع اسناد سامنے آئیں گے جو یا تو اردو کی کسی لغت میں موجود نہیں ہیں، یاان کے معنی نامکمل اور ناکافی ہیں یاان کی اسناد دست یاب نہیں ہیں۔

اہم ادبی متون کی فرہنگوں کی تیاری وہ کام ہے جو گویا مستقبل کے لغت نویسوں کی مدد کرے گا اور ہماری خوب صورت زبان کی ثروت میں اضافے کا باعث ہوگا۔ یہ کام ہمیں بہت پہلے کرنا چاہیے تھا۔ ہندوستان میں ہندی کے کئی بڑے ادیبوں کی فرہنگیں بنائی جا چکی ہیں۔ البتہ تشوش ناک بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں تحقیق کے بعض طالب علم ادبی فرہنگ مرتب کرنے کی ذمے داری (بطور تحقیقی مقالہ) اٹھا تو لیتے ہیں لیکن اس کام کے اصولوں، مقاصد اور طریقِ کار سے کماحقہ آگاہ نہیں ہوتے اور سخت محنت کے باوجود ان کے کام میں کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ یہ طالب علمانہ معروضات ایسے ہی طالب علم دوستوں کی رہ نمائی کے لیے پیش کی جارہی ہیں۔ اگرچہ راقم کورہ نما ہونے کا دعویٰ نہیں ہے لیکن جو محدود معلومات میسر ہیں انھیں اس خیال سے پیش کیا جارہا ہے کہ شاید کسی طالب علم کا بھلا ہو جائے۔ ویسے اساتذہ بالخصوص تحقیقی کاموں کے نگراں اساتذہ کے بھی اس کے پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ یہاں مجرد اصول بیان کرنے کی بجاے اردو زبان وادب سے عملی مثالیں پیش کی جائیں۔

☆فرہنگ اور لغت:

فرہنگ فارسی زبان کا لفظ ہے اور فارسی میں اس کے معنی ہیں لغت۔ لغت یا dictionary کا مفہوم، جو عام طور پر کئی کتب میں مل جاتا ہے، یہ ہے: ''وہ کتاب یا فہرستِ الفاظ جو کسی زبان کے الفاظ (بالعموم حروفِ تہجی کی ترتیب سے) درج کرکے ان کے معنی ومترادفات مع تلفظ اور قواعدی حیثیت بیان کرے''[۱]۔ ان خصوصیات کے علاوہ بعض لغات الفاظ کا ماخذ/اشتقاق بھی درج کرتی ہیں۔ گویا جسے انگریزی میں ڈکشنری (dictionary) کہتے ہیں اسے اردو میں لغت اور فارسی میں فرہنگ کہتے ہیں۔ فارسی میں لغت کو فرہنگ نامہ، لغت نامہ اور واژہ نامہ بھی کہتے ہیں (فارسی میں واژہ کے معنی ہیں ''لفظ'')[۲]۔ لغت عربی زبان کا لفظ ہے لیکن عربی میں اس کے اور بھی کئی معنی ہیں اور عربی میں لغت یا ڈکشنری کو کتاب اللغہ کے علاوہ معجم اور قاموس بھی کہتے ہیں۔ قاموس دراصل ایک مشہور عربی لغت کا نام ہے گو موجودہ دور میں عربی میں ہر ڈکشنری کو قاموس کہتے ہیں۔[۳] البتہ لفظ ''لغت'' کے عربی میں کئی معنی ہیں، مثلاً اس کے ایک اور معنی ہیں: کلمہ یا بامعنی لفظ۔

اردو میں بھی لفظ لغت کے ایک معنی ''بامعنی کلمہ'' یا ''بامعنی لفظ'' کے ہیں، نیز اردو میں لفظ لغت کے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ ہیں: وہ لفظ یا ترکیب جس کا لغت میں اندراج کیا جاسکے۔ یعنی ''ڈکشنری'' کے مفہوم میں مستعمل ہونے کے ساتھ ساتھ لفظ ''لغت'' کے ایک معنی اردو میں ''ڈکشنری میں اندراج کے قابل بامعنی لفظ'' کے بھی ہیں۔ جب راقم اردو لغت بورڈ سے وابستہ تھا تو ہمارے عملے کا کوئی رکن کسی لفظ یا مرکب کا کارڈ بنا کر اور اس کی سند لکھ کر لے آتا تاکہ اسے بطور اندراج لغت میں شامل کیا جاسکے لیکن کبھی کبھار ہمارے بعض ساتھی اس پر اعتراض کرتے کہ یہ ''لغت'' نہیں ہے، یعنی یہ ایسا لفظ یا مرکب نہیں ہے جس کی تشریح درکار ہو اور اس کا اندراج لغت میں بطور راس لفظ یا لغوی اندراج کے کیا جائے۔ دراصل ہر لفظ یا مرکب اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے لغت یا فرہنگ میں درج کیا جائے (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

☆فرہنگ اور لغت میں کیا فرق ہے؟

اردو میں بھی کسی زمانے میں فرہنگ کا لفظ لغت کے معنی میں مستعمل رہا ہے۔ مثلاً فرہنگِ آصفیہ (مولفہ سید احمد دہلوی) دراصل ایک لغت ہی ہے اور اس کے نام میں فرہنگ کا لفظ ڈکشنری یا لغت ہی کے مفہوم میں آیا ہے۔ اسی طرح کچھ عرصے قبل کی مرتبہ ''فرہنگِ کارواں'' (از فضل الٰہی عارف) بھی دراصل لغت ہی ہے۔ لیکن اب لغت کے لیے اردو میں فرہنگ کا لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے اور اب اردو میں فرہنگ کا لفظ ایک مختلف اور مخصوص معنی میں رائج ہوگیا ہے (اور یہ معنی شاید ہی اردو کی کسی لغت میں درج ہوں)۔

اردو کی مختلف لغات میں لفظ ''فرہنگ'' کا مفہوم ''لغت، معنوں کی کتاب، عقل ودانش'' وغیرہ درج ہے (فارسی میں فرہنگ کا لفظ ثقافت یا کلچر اور تعلیم کے معنوں میں بھی آتا ہے) اور اردو لغت بورڈ کی لغت میں بھی فرہنگ کا لفظ ''لغت'' اور ''عقل'' وغیرہ ہی کے

معنوں میں درج ہے، لیکن لفظ ''فرہنگ'' کا ایک نیا مفہوم جو اردو میں اب رائج ہے اور کسی اردو لغت میں درج نہیں وہ ہے:

۱۔ الف بائی ترتیب میں مرتب کی گئی ایسے الفاظ کی فہرست مع معنی و تشریح جو کسی خاص موضوع یا مضمون یا متن سے متعلق ہوں، یہ عموماً کتابوں کے آخر میں دی جاتی ہے۔

۲۔ مختصر لغت جو خاص موضوع یا علم و فن کے الفاظ پر مبنی ہو یا جس میں مخصوص ذخیرۂ الفاظ کو شامل کیا گیا ہو۔

اوپر درج کیے گئے پہلے معنی (یعنی فہرست) کے لحاظ سے دیکھا جائے تو گویا انگریزی میں جسے ''گلوسری'' (glossary) کہا جاتا ہے اسے اردو میں اب فرہنگ کہتے ہیں۔ گلوسری کے لیے فارسی میں مستعمل مترادفات میں سے ایک ''فہرستِ معنی'' بھی ہے اور عربی میں اسے دیگر ناموں کے علاوہ '' قاموسِ مصطلحات'' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ عربی اور فارسی کے ان مذکورہ بالا مترادفات سے بھی اردو میں ''فرہنگ'' کے لفظ کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔ دوسرے معنی (یعنی مختصر لغت) کے مفہوم کے لحاظ سے دیکھا جائے تو انگریزی میں ایسی کتابوں کو کبھی گلوسری کہا جاتا ہے اور کبھی ڈکشنری یا Dictionary of technical terms بھی کہا جاتا ہے۔

فرہنگ کا جو مفہوم ہم نے اوپر تحریر کیا ہے اس کے استناد کا سوال ضرور اٹھے گا اور اٹھنا بھی چاہیے۔ تو عرض ہے کہ اردو کی کئی کلاسیکی کتابوں نیز بعض درسی کتب کے آخر میں مشکل الفاظ کی جو فہرست مع معنی درج ہوتی ہے اسے اردو میں فرہنگ ہی کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً ممتاز حسین نے ''باغ و بہار'' (کراچی: اردو ٹرسٹ، ۱۹۵۸ء) مرتب کر کے اس کے آخر میں مشکل الفاظ اور ان کے معنی کی جو فہرست دی ہے اس پر ''فرہنگ'' ہی کا عنوان درج ہے۔ یہ مختصر لغت ہے جو مخصوص الفاظ پر مبنی ہے۔ نیز رشید حسن خان کی '' کلاسیکی ادب کی فرہنگ'' (دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۲۰۰۳ء) کے نام ہی میں لفظ فرہنگ موجود ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مخصوص ذخیرۂ الفاظ پر مبنی مختصر لغت ہے۔ اس کے علاوہ تکنیکی، فنی اور سائنسی اصطلاحات کی وضاحت کے لیے مرتب کی گئی کئی اردو لغات کے نام میں بھی لفظ فرہنگ استعمال ہوا ہے، مثلاً صوفی گلزار احمد صاحب کی مرتبہ ''فرہنگِ نفسیات'' لاہور سے ملک دین محمد نے ۱۹۶۱ء میں شائع کی۔ اس میں علمِ نفسیات کی انگریزی اصطلاحات اور اردو مترادفات مع اردو تشریح درج ہیں۔ جامعہ کراچی کے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ نے کئی علوم و فنون کی فرہنگیں شائع کی ہیں جن میں اصطلاحات مع مفہوم یا مترادفات درج ہیں۔ مثلاً ایسی ہی ایک کتاب ''فرہنگِ اصطلاحاتِ حیاتیات'' ہے جو ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی اور جس کا انگریزی نام A Dictionary of technical terms: Biology ہے۔ ان مثالوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اردو میں اصطلاحات یا تکنیکی یا مخصوص الفاظ کی الف بائی فہرست (مع معنی) کو بھی فرہنگ کہتے ہیں، خواہ وہ ضخیم کتاب کی شکل میں ہو یا چند صفحات پر مبنی الفاظ و معنی کی فہرست ہو۔ اردو کے لغت نویسوں کو چاہیے کہ اب لفظ ''فرہنگ'' کا یہ مفہوم بھی اپنی لغات میں شامل کر لیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اب اردو میں لغت اور فرہنگ کے الفاظ دو مختلف مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں اور ماضی کے برعکس اب ان دونوں میں فرق آ چلا ہے۔ اب اردو میں لفظ لغت تو ڈکشنری کے معنوں میں ہے اور فرہنگ گلوسری یا ٹیکنیکل ڈکشنری کے معنوں میں، چاہے عربی اور فارسی میں ''فرہنگ'' اور ''لغت'' کے الفاظ کا مفہوم کچھ اور ہی کیوں نہ ہو۔ اردو زبان اور لغت عربی یا

فارسی کی پابند نہیں ہیں۔ اردو والوں نے تصرف کر کے کئی عربی و فارسی الفاظ کا تلفظ اور معنی اور ہجے تک بدل دیے ہیں۔ بقول ِ انشاءاللہ خاں انشاء، جو لفظ اردو میں آ گیا اردو کا ہو گیا۔ اب اس کے معنی، تلفظ اور محاورے وغیرہ اردو ہی کے لحاظ سے درست مانے جائیں گے۔ جو حضرات عربی اور فارسی لغت سے لفظ ڈھونڈ ڈھونڈ کر سید سلیمان ندوی اور محمد حسین آزاد جیسے اہل ِ علم کے تصرفات پر اعتراض کرتے ہیں انھیں اردو زبان کے مزاج سے ذرّہ برابر شناسائی نہیں ہے۔ یہ بزرگ ہم آپ سے کہیں زیادہ عربی اور فارسی جانتے تھے اور اردو کے تو ہم سے کہیں زیادہ بڑے ماہر اور عالم تھے ہی۔

☆فرہنگ خصوصی لغت ہوتی ہے

لغت کی موٹی موٹی قسمیں بیان کی جائیں تو وہ دو ہیں: عمومی اور خصوصی۔

۱۔عمومی لغات (general dictionaries)

عمومی لغات وہ ہوتی ہیں جن میں کسی زبان کے کم و بیش تمام الفاظ یا اس کے ذخیرۂ الفاظ کا خاصا بڑا حصہ عام قاری کے لیے بترتیبِ حروفِ تہجی مع معنی پیش کیا جاتا ہے[۴]۔

۲۔خصوصی لغات (specialised dictionaries)

خصوصی لغات وہ حوالہ جاتی کتب یا فہرستِ الفاظ ہوتی ہیں جن میں عمومی لغات کے برعکس مخصوص اور محدود دائرے کی معلومات دینے والے الفاظ و مرکبات مع معنی بترتیبِ حروفِ تہجی درج کیے جاتے ہیں[۵]۔ گویا خصوصی لغت سے مراد ایسی لغت ہے جو کسی خاص موضوع یا زبان کے کسی خاص پہلو یا کسی خاص علم یا فن سے متعلق الفاظ و مرکبات یا اصطلاحات کو مع معنی حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج کرے[۶]۔ خصوصی لغات کئی طرح کی ہو سکتی ہیں اور انھیں اردو میں فرہنگ ہی کہنا چاہیے، مثلاً: تلفظ بتانے والی فرہنگ (جیسے فرہنگِ تلفظ از شان الحق حقی)، مترادفات کی فرہنگ (جیسے قاموسِ مترادفات از وارث سرہندی)، کسی خاص علم یا فن کی فرہنگ (جیسے فرہنگِ اصطلاحاتِ طبیعیات)، کسی شاعر یا ادیب کے ذخیرۂ الفاظ کی فرہنگ (جیسے فرہنگِ اقبال از نسیم امروہوی)، محاورات کی فرہنگ (جیسے ہندوستانی مخزن المحاورات از چرنجی لال)، کہاوتوں کی فرہنگ (جیسے جامع الامثال از وارث سرہندی)، سلینگ الفاظ کی فرہنگ (از قاسم یعقوب) وغیرہ۔

گویا فرہنگ بھی ایک طرح کی خصوصی لغت ہوتی ہے اور فرہنگ مرتب کرنے والوں کو فرہنگ کی تدوین کے اصولوں کو ذہن میں رکھ کر کام کرنا چاہیے۔ فرہنگ نویسی کے اصول لغت نویسی کے اصولوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ دونوں کا میدان لغت ہوتے ہوئے بھی بہر حال تھوڑا سا مختلف ہوتا ہے۔

☆ادبی متون کی فرہنگیں

ادبی متن کی فرہنگ کو انگریزی میں author dictionary (نیز author's dictionary) یعنی ''مصنف کی فرہنگ'' کہا جاتا ہے[۷]۔ ادبی متن کی فرہنگ نویسی انگریزی میں author lexicography یعنی ''مصنف کی لغت نویسی'' کہلاتی ہے[۸]۔ انگریزی میں مصنفین کی فرہنگوں یا author dictionaries کا آغاز دراصل لاطینی اور یونانی ادیبوں کی ان

فرہنگوں کے اثر سے ہوا جو ''گلوسریل کنکارڈنس'' (glossarial concordance) یعنی ''فرہنگی اشاریۂ الفاظ'' کہلاتی تھیں ۹۔ (یہاں ''فرہنگی'' (glossarial) سے مراد ہے فرہنگ کا یا فرہنگ سے متعلق و منسوب)۔ کنکارڈنس (concordance) یعنی اشاریۂ الفاظِ مصنف، دراصل کسی مصنف کے مکمل ذخیرۂ الفاظ کا اشاریہ ہوتا ہے۔ اس میں کسی ادیب یا شاعر کے پورے ذخیرۂ الفاظ کو استعمال کی مثالوں اور استعمال کی تعداد کی تفصیل کے ساتھ (یعنی کون سا لفظ کتنی بار اور کہاں کہاں استعمال ہوا ہے) الف بائی ترتیب سے مرتب کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی جملے یا مصرعے جن میں وہ لفظ آیا ہو درج کر دیے جاتے ہیں ۱۰۔ مثلاً علامہ اقبال کے فارسی کلام کا مکمل اشاریہ ساجد اللہ تفہیمی نے ''کشف الالفاظِ اقبال'' کے نام سے مرتب کیا اور غالب کا اشاریہ الفاظ ''اشاریۂ کلامِ غالب'' جمال عبدالواجد نے مرتب کیا ۱۱۔ اب اگر ایک شاعر نے ایک لفظ پچاس مصرعوں میں استعمال کیا ہے تو وہ تمام پچاس مصرعے مع حوالوں کے کنکارڈنس میں درج ہوتے ہیں (لیکن فرہنگ میں ایک ہی مثال کافی ہوتی ہے)۔ اس نوعیت کی اشاریہ سازی کی ابتدا انگریزی میں ہوئی تو انگریزی کے بڑے مصنفین مثلاً جیفرے چاسر اور شیکسپیئر کے بھی اشاریے بنائے گئے ۱۲۔ گو انگریزی میں اس طرح کے کنکارڈنس اور انگریزی میں مصنف کی فرہنگ بنانے کا آغاز یورپ کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں خاصی تاخیر سے ہوا لیکن ۱۵۹۸ء میں جیفرے چاسر کی تحریروں میں استعمال کیے گئے نادر اور غیر معروف الفاظ کی ایک وضاحتی فرہنگ بننے کے بعد انگریزی شعرا اور ادبا کے اشاریے اور فرہنگیں بننے لگیں اور اندازہ ہے کہ انگریزی کے تقریباً اسّی (۸۰) شعرا و ادبا کی مختلف نوعیت کی لگ بھگ تین سو (۳۰۰) فرہنگیں اور اشاریے بن چکے ہیں ۱۳۔

☆اردو میں ادبی متون کی فرہنگیں

آج کل ہماری جامعات میں مختصر لغات یا مخصوص موضوعات کی لغات پر جو کام ہو رہے ہیں ان سب کو فرہنگ کہا جاتا ہے۔ فرہنگِ میر تو ٹھیک ہے، فرہنگِ نظیر اکبر آبادی بھی درست ہے اور فرہنگِ غزلیاتِ درد بھی درست ہے، لیکن ان سب کاموں کو مجموعی طور پر ''فرہنگوں پر کام'' کی بجائے ''ادبی متون کی فرہنگوں پر کام'' کہنا چاہیے۔ لوگ عام طور پر فرہنگوں اور ادبی متون کی فرہنگوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے۔ ہشام السعید صاحب نے اپنے عمدہ مقالے ''اردو فرہنگ نگاری: تشکیل و تحقیق'' ۱۴ میں ادبی متون کی فرہنگوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا عنوان مطلقاً فرہنگوں کی بات کرتا ہے۔ اگر اس کے عنوان اور مباحث میں ادبی متون کی فرہنگوں کی اصطلاح شامل ہو جاتی تو یہ مفید مضمون زیادہ بامعنی ہو جاتا۔ موجودہ صورت میں اس مقالے میں ابتدا میں تو فرہنگ کا تعارف اور مفہوم بالکل درست دیا گیا ہے (یعنی کسی خاص موضوع کے الفاظ کی لغت) لیکن آگے چل کر مقالہ نگار صرف ادبی متون کی فرہنگوں تک محدود ہو گئے ہیں۔ ادبی متن کی ہر لغت یقیناً فرہنگ ہوتی ہے لیکن ہر فرہنگ ادبی متن کی لغت نہیں ہوتی۔ سائنسی و تکنیکی اصطلاحات کی لغت بھی فرہنگ ہی ہوتی ہے لہٰذا ''ادبی متن کی فرہنگ'' کہنا وضاحت کے لیے ضروری ہے، صرف فرہنگ کہنے سے یہ دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ بہرحال یہ مقالہ بہت معلوماتی ہے اور اس میں اردو کی ادبی متون کی فرہنگوں کے ضمن میں اہم معلومات فراہم کی گئی ہیں،

اگر چہ اردو کی اولین ادبی متن کی فرہنگ کے ضمن میں وہ قدیم ترین فرہنگ کی درست نشان دہی نہیں کر سکے ہیں۔

اردو کی ادبی متون کی اولین فرہنگ کا ذکر ڈاکٹر عبدالرشید نے اپنے ایک عمدہ مقالے بعنوان ''متن اساس فرہنگیں: مسائل اور صورت حال'' میں کیا ہے۔ یہ مقالہ جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) کے جریدے ''تدریس نامہ'' (شمارہ ا، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء) میں شائع ہوا تھا اور یہ اس موضوع پر اردو میں لکھے گئے معدودے چند اور اولین مقالات میں سے ہے۔ اگر چہ عبدالرشید صاحب نے ''اولیت'' کا کوئی دعویٰ نہیں کیا لیکن انھوں نے اپنے اس مقالے میں بہت قیمتی معلومات پہلی بار فراہم کی ہیں اور اس اہم موضوع پر بعض اہم اور بنیادی باتیں بھی کی ہیں۔ عبدالرشید صاحب کے مطابق اردو میں ادبی متن کی سب سے پہلی فرہنگ انیسویں صدی کے اواخر میں مرتب کی گئی۔ انھوں نے اس زمانے میں شائع ہونے والی اردو کی متن اساس فرہنگوں کی جو فہرست دی ہے ان میں سے ادبی متون کی چند اولین اور ابتدائی فرہنگیں یہ ہیں:

۱۔ لغاتِ الف لیلہ، از ماسٹر لکھمی چند، اجمیر ۱۸۸۹ء۔

۲۔ لغاتِ چہار درویش، از ماسٹر لکھمی چند، اجمیر ۱۸۸۹ء۔

۳۔ لغاتِ انشا اردو، از ماسٹر لکھمی چند، اجمیر، ۱۸۸۹ء۔

۴۔ پرائمری لغات کی فرہنگ، از مولوی فیروز الدین، سیال کوٹ، ۱۸۹۲ء۔

۵۔ فرہنگ وکلید النصاب اردو، پیسہ اخبار، لاہور، ۱۸۹۴ء۔

اس کے علاوہ کچھ کلاسیکی متون کے مدوِّنین و مرتبین نے کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی دے دی ہے، عبدالرشید صاحب نے ایسی کلاسیکی کتابوں کی فہرست بھی دی ہے جن کے آخر میں فرہنگ شامل ہے۔ ہشام السعید صاحب نے بھی ادبی متون کی فرہنگوں کی ایک طویل فہرست دی ہے اور انھوں نے بڑی محنت سے ان کاموں کی بھی نشان دہی کر دی ہے جو شائع نہیں ہوئے لیکن مختلف جامعات میں ان پر پی ایچ ڈی یا ایم فل یا ایم اے کی سند کے لیے کام ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے۔ عموماً ایسے مقالے چھپتے نہیں ہیں اور عام قاری کیا محققین کے علم میں بھی کم ہی آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ فہرست بہت مفید ہے اور اس نو جوان محقق کو اس محنت کی داد ملنی چاہیے۔ لیکن ان دو حضرات نے جن کاموں کی نشان دہی کی ہے ان کے علاوہ بھی کچھ کام اس موضوع پر ہوئے ہیں اور دیگر کئی کام جو شائع ہو چکے ہیں ان کی نشان دہی راقم نے اپنی کتاب ''اردو میں لسانی تحقیق و تدوین: گزشتہ چند عشروں میں'' (کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۱۳ء) میں فرہنگوں اور ادبی متون کی فرہنگوں کے باب میں کی ہے۔ یہاں ان سب کا ذکر تحصیلِ حاصل ہوگا لہٰذا اس سے گریز کیا جا رہا ہے۔

☆ادبی فرہنگ میں لفظ کا اندراج

لغت اور فرہنگ مرتب کرنے والوں کے لیے یہ بہت اہم نکتہ ہے کہ کس لفظ کا اندراج لغت یا فرہنگ میں ہونا چاہیے اور کس لفظ کا اندراج نہیں ہو سکتا۔ لغت یا فرہنگ میں جس لفظ کا اندراج کیا جاتا ہے اسے اصطلاحاً ہیڈ ورڈ (headword) کہتے ہیں۔

اردو میں اسے بنیادی اندراج یا مفرد اندراج یا ''راس لفظ'' بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ اب انگریزی میں لغت کے مفرد یا بنیادی اندراج کو ہیڈ ورڈ (headword) کے علاوہ ایک اور نام بھی دیا جارہا ہے اور وہ ہے ''لیما'' (lemma)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لغت نویسوں اور ماہرینِ علمِ لغت نے یہ اعتراض کیا تھا کہ ''ہیڈ ورڈ'' کے لفظ سے یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ اس سے مراد صرف ''ورڈ'' (word) یعنی لفظ ہے جب کہ ہیڈ ورڈ لغت میں ایک اندراج ہوتا ہے اور یہ لفظ کے علاوہ محاورات یا مرکبات پر بھی مبنی ہوسکتا ہے۔ لفظ لیما (lemma) کے انگریزی میں مختلف لفظی معنی ہیں اور اس کے ایک معنی ''عنوان'' یا ''سُرخی'' یعنی ''ہیڈنگ'' (heading) کے ہیں۔ البتہ علمِ لغت اور لغت نویسی میں یہ لفظ اب ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ دراصل بعض اوقات لغت میں کسی مرکب کا بھی اندراج ہوتا ہے اور وہ ایک لفظ یا word نہیں ہوتا بلکہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے لہٰذا اس کو ہیڈ ورڈ (headword) کہنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ چنانچہ اب لغت نویسی اور علمِ لغت کی جدید اصطلاح میں بنیادی یا مفرد اندراج کے لیے راس لفظ (ہیڈ ورڈ) کی بجائے لیما (lemma) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے[۱۵]۔

یہاں کچھ روشنی اس امر پر بھی ڈال دی جائے کہ کون سا لفظ لغت یا فرہنگ میں درج کیے جانے کا اہل ہوتا ہے۔ لغت نویسی کی اصطلاح میں تو اسے اندراج یا ہیڈ ورڈ یا لیما کہتے ہیں لیکن لسانیات میں اس کے لیے ایک اصطلاح استعمال ہوتی ہے لیکسیم (lexeme)۔ اردو میں اسے ''لغویہ'' کہا جاسکتا ہے۔ لغویہ یا لیکسیم ایسا بامعنی لفظ ہوتا ہے جس کی کوئی تصریف (inflection) نہ ہوئی ہو اور یہ اپنی اصلی یا انفرادی صورت میں ہو۔ مثلاً ''لڑکی'' ایک بامعنی لفظ ہے۔ اس کی تصریفی (inflectional) صورتیں ''لڑکیاں'' اور ''لڑکیوں'' ہوسکتی ہیں۔ لیکن لغت میں صرف ''لڑکی'' ہی کا اندراج بطور ہیڈ ورڈ ہوسکتا ہے کیونکہ ''لڑکیاں'' اور ''لڑکیوں'' بامعنی لفظ ہونے کے باوجود محض ایک لفظ کی تصریفی شکلیں ہیں۔ گویا لڑکی تو لیکسیم یا لغویہ ہے لیکن لڑکیاں اور لڑکیوں لغویہ نہیں ہیں اور ان کو لغت میں بطور بنیادی اندراج شامل نہیں کیا جاسکتا[۱۶]۔ یہی حال اردو کے دیگر الفاظ کی جمع اور تصریفی حالتوں کا ہے۔ البتہ بعض عربی یا فارسی الفاظ کی جمع چونکہ مختلف ہوسکتی ہے لہٰذا ان کا اندراج لغت میں کرنا چاہیے، مثلاً لفظ کتاب کی مثال لیجیے۔ لفظ ''کتاب'' لغویہ ہے لیکن ''کتابیں'' لغویہ نہیں ہے۔ اس لیے لفظ کتابیں یا کتابوں کا اندراج لغت میں نہیں ہوگا۔ البتہ لفظ کتاب کی ایک اور جمع یعنی ''کتب'' بھی ہے، چونکہ یہ اردو کے عام قاعدے سے ہٹ کر اور عربی قواعد کے مطابق بنائی گئی جمع ہے لہٰذا اس کا اندراج لغت میں کرنا ہوگا۔

اسی طرح مرکبات اگر کوئی خاص معنی رکھتے ہیں تو ان کا اندراج کرنا ہوگا لیکن عام سے معنی میں مستعمل مرکبات درجِ لغت نہیں ہوں گے۔ مثلاً ''نوٹ تڑانا'' ایک مرکب ہے۔ اس کا اندراج لغت میں کرنا ہوگا کیونکہ یہ لفظی معنی میں نہیں ہے۔ اس سے مراد نوٹ کو ہتھوڑے سے تڑانا نہیں ہے بلکہ یہ مجازی معنی میں ہے اور اس سے مراد ہے کرنسی نوٹ کو بھنانا، بڑے نوٹ کو چھوٹے نوٹوں یا سکوں میں تبدیل کرانا۔ لیکن ''سر تڑانا'' لغت میں نہیں آئے گا کیونکہ یہ مجازی یا خاص معنی نہیں رکھتا۔ ''سر'' کے معنی ''س'' کی تقطیع میں اور ''تڑانا'' کے معنی ''ت'' کی تقطیع میں درج ہوں گے اور قاری وہاں سے یہ معنی دیکھ سکتا ہے۔ گویا سر تڑانا ''لیکسیم'' یا ''لغویہ'' یا ''لغت''

نہیں ہے، سوائے اس کے کہ کسی شاعر یا ادیب نے سر تڑانا کو مجازی معنوں میں یا محاورتاً استعمال کر لیا ہو۔ البتہ ''سر توڑ کوشش کرنا'' کا اندراج لغت میں کرنا ہوگا کیونکہ یہاں ''سر توڑ'' مرادی اور مجازی معنوں میں ہے۔

اسی طرح اسمِ خاص (proper noun) بھی لغت میں درج نہیں ہوتے، ہاں اگر وہ مجازی معنی رکھتے ہیں تو درج ہوں گے۔ مثلاً ہلاکو یا چنگیز خان لغت میں ''بہت ظالم، سفاک'' کے معنوں میں آ سکتا ہے۔ حاتم طائی کا اندراج ''بہت سخی، فیاض'' کے مفہوم میں ہوگا۔ یوسف ''بہت حسین'' کے معنی میں لکھا جائے گا۔ البتہ اس طرح کے اسما کے مجازی معنی لکھنے سے پہلے ان کے معروف معنی (مثلاً حاتم طائی: عرب کا ایک شخص جو سخاوت کے لیے مشہور تھا وغیرہ) مختصراً لکھنا مجبوری ہے۔ مقامات کے ناموں کے ضمن میں یہ ہے کہ اگر ان کے کوئی دوسرے معنی ہیں تو انھیں بھی درج کرنا ہوگا، مثلاً نیشاپور اور تبریز شہروں کے نام ہونے کے علاوہ موسیقی کی اصطلاح میں راگوں کے نام بھی ہیں۔ ان مثالوں سے ہٹ کر اسم خاص (افراد یا مقامات) مثلاً دلیپ کمار یا محمد علی کلے اور کراچی یا دہلی کا اندراج عمومی لغات میں نہیں ہوتا۔ ان کا اندراج لغت کی ایک خاص قسم، جسے انسائیکلو پیڈیائی لغت یا دائرۂ معارفی لغت کہنا چاہیے، میں ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں اسمائے خاص بھی درج ہو سکتے ہیں۔ فرہنگوں میں اسمائے خاص کا اندراج اس صورت میں ہوگا کہ ان کی وجہ سے ادبی متن کی تفہیم میں مدد ملتی ہو۔ مثال کے طور پر اردو میں (اور فارسی و عربی میں بھی) بعض شہر یا جغرافیائی مقامات اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے معروف ہیں، مثلاً کسی زمانے میں حلب شہر کے بنے ہوئے آئینے اپنی خوبی کے لیے مشہور تھے اور اردو اور فارسی متون میں آئینۂ حلب یا آئینۂ حلبی کا ذکر ملتا ہے۔ ایسی کسی متن میں وضاحت کے لیے حلب کا اندراج فرہنگ میں کرنا مناسب ہوگا جس میں یہ ترکیب استعمال ہوئی ہو۔ اسی طرح فرضی اور داستانی مقامات مثلاً کوہِ قاف یا دیوارِ قہقہہ کا اندراج بھی لغت اور فرہنگ دونوں میں کرنا چاہیے کیونکہ یہ بسا اوقات تشریح طلب استعارے بن جاتے ہیں اور متن کی تفہیم میں ان کی وجہ سے مشکل پیش آ سکتی ہے۔ مثال کے طور پر ''کوہِ قاف کی پری'' سے ''انتہائی حسین عورت'' بھی مراد لی جا سکتی ہے، چنانچہ اس کے مرادی معنی بھی لغت اور فرہنگ دونوں میں درج ہونے چاہییں۔

☆ادبی متن کی فرہنگ نویسی: اصول اور مقاصد

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں حالیہ برسوں میں مرتب کی گئی متون کی بعض فرہنگوں میں درج بہت سے اندراجات ''لغت''، یعنی ''لغویہ''، نہیں ہیں، یعنی ان کا اندراج بطور راس لفظ یا لیما (lemma) نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن بعض فرہنگوں کے مرتبین نے (غالباً ضخامت بڑھانے کے خیال سے) انھیں درج کر دیا ہے اور اپنا اور دوسروں کا محض وقت ضائع کیا ہے۔ مثلاً ایک بہت معروف شاعر کے کلام کی مطبوعہ ضخیم فرہنگ میں عام سے الفاظ کی بھرمار ہے لیکن نادر الوقوع، قلیل الاستعمال اور مختلف و منفرد معنوں میں مستعمل الفاظ و تراکیب کا نام و نشان تک نہیں ملتا (نہ ہی کسی لغت کا حوالہ ملتا ہے)۔ حالانکہ ادبی متن کی فرہنگ مرتب کرنے کا ایک بنیادی مقصد ان نادر اور انوکھے الفاظ اور مرکبات کو ضبطِ تحریر میں لانا ہوتا ہے اور قاری بھی انہی الفاظ کے لیے فرہنگ سے رجوع کرے گا۔ اس فرہنگ اور مولف کا نام ازراہِ پردہ پوشی یہاں نہیں دیا جا رہا، لیکن ایسی مثالیں تو بہت ہیں جن میں فاضل مرتب نے عام

سے الفاظ کے معنی متداول لغات سے لے کر درج کر دیے ہیں اور نادر الفاظ (جو شاید انھیں ''مشکل'' لگے ہوں گے) چھوڑ دیے ہیں لیکن عام سے الفاظ کے عام معنی عام لغات سے اٹھا کر ٹانک دیے ہیں۔ چلیے چھٹی ہوئی، محنت کیے بغیر ڈگری بھی مل گئی اور کتاب بھی چھپ گئی۔ یعنی ہینگ لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی آیا چوکھا۔

ادبی متن کی فرہنگ کے مرتب کو سوچنا چاہیے کہ اس کام کا مقصد کیا ہے؟ ادبی متن کی فرہنگ کیوں بنائی جاتی ہے؟ اگر عام سے الفاظ اور رائج و معلوم مرکبات ہی لکھنے ہیں تو فرہنگ کی کیا ضرورت ہے؟ قاری ان کے معنی کسی بھی لغت میں دیکھ لے گا اور لغت نویس کو بھی اس کی سیکڑوں اسناد بآسانی دست یاب ہو جائیں گی۔

کسی ادیب یا شاعر کے متن کی فرہنگ مرتب کرنے سے پہلے جن نکات پر غور ضروری ہے ان کا ذکر اولگا کرپووا (Olga Karpova) نے اپنی محولہ بالا کتاب کے دیباچے میں کیا ہے (ص ٦)، ان میں سے کچھ یہ ہیں: ا۔ فرہنگ کا دائرۂ کار، ٢۔ فرہنگ کے متن کی بنیاد، ٣۔ فرہنگ کی قسم اور نوعیت، ٤۔ فرہنگ کی ساختِ صغیر، ٥۔ قاری کی ضروریات۔

ان سب کی وضاحت ہم اپنے الفاظ میں اور اردو کی مثالوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

ا۔ فرہنگ کا دائرۂ کار: اس سے مراد یہ ہے کہ فرہنگ میں کیا کیا کچھ شامل ہوگا۔ کیا کسی ادیب یا شاعر کی تمام تحریروں سے الفاظ لے کر اس فرہنگ کا حصہ بنائے جائیں گے یا اس ادیب کے مخصوص اور محدود متن کی فرہنگ بنے گی۔ مثلاً غالب یا اقبال کے متن کی فرہنگ بنے گی تو طے کرنا ہوگا کہ ان کی تمام تحریریں بشمول فارسی اور اردو تحریریں نیز نثر اور شاعری اس میں شامل ہوگی یا خاص خاص چیزیں ہی لی جائیں گی اور وہ خاص چیزیں یا مخصوص متن کون کون سے ہوں گے (مثلاً صرف اردو نثر یا صرف اردو شاعری)۔ ایسی فرہنگوں کے نام یا عنوانات میں بھی یہ وضاحت ضروری ہوتی ہے کہ یہ اس شاعر کے فارسی کلام کی فرہنگ ہے یا اردو کلام کی، اور نثر کی ہے یا نظم کی، یا دونوں کی۔ مثلاً فرہنگِ نثرِ حالی، یا فرہنگِ نظمِ حالی (اردو)، وغیرہ۔ اسی طرح فرہنگِ نثرِ شان الحق حقی یا فرہنگِ نظمِ شان الحق حقی (یہاں نظم سے مراد صنفِ نظم نہیں ہے بلکہ مراد ہے شاعری، جس میں نظم، غزل اور دیگر شعری اصناف شامل ہیں)۔ صرف فرہنگِ حالی یا صرف فرہنگِ حقی کا مطلب ہوگا کہ اس میں نظم و نثر دونوں سے الفاظ لیے گئے ہیں۔ فرہنگِ یوسفی کے تو نام ہی سے ظاہر ہوگا کہ یہ مشاق احمد یوسفی صاحب کی اردو نثر کی فرہنگ ہوگی لہٰذا یہاں وضاحت ضروری نہیں کیونکہ یوسفی صاحب نے شاعری نہیں کی اور فارسی میں بھی کچھ نہیں لکھا۔

٢۔ متن کی بنیاد: یعنی مصنف کے متن کے کس ایڈیشن یا نسخے کو بنیاد بنایا جائے گا۔ اگر نسخہ ناقص اور غیر معیاری ہے تو فرہنگ بھی ناقص ہی رہے گی۔ صحت کے لحاظ سے درست متن اور مستند ترین نسخے کو بنیاد بنانا چاہیے۔ حالیہ برسوں میں اردو میں بعض نو آموز (بلکہ نو مولود کہنا چاہیے) محققین کے مرتبہ کئی کلاسیکی متون ناقص بلکہ مضحکہ خیز اغلاط سے پُر ہیں، ان کی بنیاد پر مرتبہ فرہنگ بھی ناقص ہی ہوگی۔ بلکہ بصد معذرت عرض ہے کہ بعض پاکستانی ''کہنہ مشق محققین'' نے تجارتی مقاصد یا بقول شخصے

’’کمپنی کی مشہوری‘‘ کے لیے جو کلاسیکی متون مرتب کیے ہیں وہ بھی ناقص ہیں۔ اس سلسلے میں خاص احتیاط ضروری ہے۔ مثلاً اگر مرزا سودا کے کلام کی فرہنگ بنانی ہے تو ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کی ’’کلیاتِ سودا‘‘ (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور) کے متن کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ یہ اردو میں سودا کے کلام کے مستند نسخوں میں سے ایک ہے اور انھوں نے کئی قلمی نسخوں کی مدد سے یہ تدوین کی تھی۔

۳۔ فرہنگ کی قسم اور نوعیت: یعنی مجوزہ فرہنگ صرف الفاظ کی فرہنگ ہوگی یا اس میں محاورات اور مرکبات یا صنائع بدائع وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ جن لکھنے والوں کے ہاں محاورات بکثرت ملتے ہیں، مثلاً مولوی نذیر احمد، داغ دہلوی اور فرحت اللہ بیگ وغیرہ، ان کی فرہنگ بغیر محاورات کے شمول کے بے معنی ہوگی۔

۴۔ فرہنگ کی ساختِ صغیر: لغت یا فرہنگ کی ساختِ صغیر کو انگریزی میں مائیکرو اسٹرکچر (microstructure) کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہے لغت یا فرہنگ کے اندراجات کی تفصیل اور ان کو پیش کرنے کا انداز، مثلاً یہ تفصیل کہ فرہنگ میں الفاظ کے علاوہ مرکبات شامل ہوں گے یا نہیں، تلفظ اور مختلف معنی دیے جائیں گے یا نہیں اور اگر دیے جائیں گے تو کس طرح، کیا ایک لفظ کے مختلف رائج املے دیے جائیں گے یا نہیں، الفاظ کی قواعدی حیثیت (اسم، فعل وغیرہ) لکھی جائے گی یا نہیں، ماخذ زبان اور اشتقاق کا اندراج ہوگا یا نہیں ے[۱]۔

۵۔ قاری کی ضروریات: فرہنگ کے مرتب کو دیکھنا چاہیے کہ وہ ترتیب و تدوین کا یہ کام کس کے لیے کر رہا ہے۔ اگر یہ عام قاری کے لیے ہے تو اس کے تقاضے الگ ہوں گے، اگر یہ کوئی تحقیقی منصوبہ ہے، مثلاً ایم فل یا پی ایچ ڈی کے سند کے لیے، تو اس کے تقاضے کچھ اور ہوں گے۔ اگر درسی کتاب یا نصاب میں شامل کتاب کی فرہنگ بنائی جا رہی ہے تو طالب علموں کی ضروریات اور استعداد کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ درسی یا نصابی متون کی فرہنگوں میں تشریح آسان الفاظ میں اور بہت وضاحت سے دینی چاہیے، بعض اوقات اس تشریح کو متن کے سیاق و سباق سے بھی جوڑنا پڑتا ہے۔

ادبی متون کی فرہنگوں کی تدوین کے کئی مقاصد ہوتے ہیں اور اس ضمن میں کئی اصول اور مباحث بھی مدنظر رکھنے چاہییں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ ادبی متن کی فرہنگ نگاری کا ایک بڑا مقصد کسی شاعر یا نثر نگار کے ہاں مستعمل اہم الفاظ و تراکیب بالخصوص غریب اور نامانوس، نادر الورود، قلیل الاستعمال اور عجیب اور انوکھے الفاظ (جو عام طور پر لغات میں بھی نہیں ملتے یا کم لغات میں ملتے ہیں) کو درج کرنا اور ان کے استعمال کی مثالوں کو بطور سند محفوظ کرنا ہے۔ لہٰذا فرہنگ نویس کو چاہیے کہ وہ متن سے ان الفاظ و تراکیب کے مثالیہ جملے اور اشعار درج کرتے وقت ان کا باقاعدہ حوالہ دے، کتاب کا نام اور صفحہ نمبر درج کرے اور فہرستِ اسناد و مآخذ میں ان کی مکمل طباعتی و اشاعتی تفصیلات درج کرے، مثلاً ناشر، مقامِ اشاعت (یعنی شہر کا نام)، سالِ اشاعت، ایڈیشن (اول یا دوم وغیرہ)۔

۲۔ ادبی متن کی فرہنگ کا ایک مقصد متن کی تفہیم میں، بالخصوص قدیم متون کی تفہیم میں مدد دینا بھی ہے۔ پرانے متون میں کئی لفظ مختلف مفہوم میں آئے ہیں۔ ان کے مختلف مفاہیم کو سمجھنا اور فرہنگ میں درج کرنا فرہنگ نویس کی بنیادی اور اہم ذمے داری ہے۔ بعض حضرات اور خواتین نے بغیر قدیم لغات دیکھے اپنی مرتبہ فرہنگوں میں موجودہ زمانے میں رائج معنی درج کر دیے ہیں اور یہ معنی ان کا اور قاری دونوں کا منھ چڑاتے نظر آتے ہیں اور ڈگری کے لیے لکھے جانے والے مقالات کی صورت میں ممتحنین کا بھی۔

دیکھیے رشید حسن خاں نے ادبی متن کی فرہنگوں میں معنی کے اندراج کے ضمن میں کتنی اہم بات کی ہے:

> ''ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ کچھ ایسے پرانے لفظوں سے شناسائی ہو سکے گی جن کا چلن اب نہیں رہا، یا ان کے معنی بدل گئے ہیں۔ اس طرح یہ اندازہ ہو سکے گا کہ پرانے متنوں میں ایسے لفظوں کی کتنی بڑی تعداد محفوظ ہے جو ہماری تہذیبی سرگزشت کے دھندلے نشانات بن کر رہ گئے ہیں۔۔۔۔ اس طرح وہ معنوی تفصیلات محفوظ ہو جائیں گی جن سے آگے چل کر کم سے کم لوگ واقف ہوں گے''۱۸

۳۔ ادبی متن کی فرہنگ نگاری کا مقصد کسی ادیب یا شاعر کے ذخیرۂ الفاظ کا صرف ریکارڈ مرتب کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا لسانی اور لغوی تجزیہ بھی ضروری ہے کہ کسی اہلِ قلم کے ہاں کس قسم کے الفاظ اور مرکبات استعمال ہوئے ہیں، کون سے زیادہ اور بتکرار استعمال ہوئے ہیں اور ان کی ممکنہ توجیہات کیا ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اقبال کے اردو کلام میں لفظ ''لالہ'' بار بار آیا ہے، اس کی ممکنہ توجیہ و تشریح بھی ضروری ہے اور اس سے بھی اس لفظ کے مختلف مرادی و مجازی مفاہیم پر روشنی پڑے گی۔

۴۔ ایک اور اہم مقصد ان لفظیات، بالخصوص کلاسیکی متون کی لفظیات، کا سماجی، تاریخی اور تہذیبی تجزیہ کرنا بھی ہے۔ کوئی لفظ کیوں رائج تھا اور کیوں متروک ہو گیا۔ جب کلچر تبدیل ہوتا ہے تو لفظ بھی بدل جاتے ہیں یا ان کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ سماجی اور تہذیبی تجزیے میں اس تاریخی تبدیلی کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔ الفاظ اور محاورات کا تہذیبی اور سماجی تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ مثلاً شریف احمد قریشی نے ''فرہنگِ فسانۂ آزاد اور اس کا عمرانی، لسانیاتی مطالعہ'' کے عنوان سے جو ضخیم کام کیا ہے اس میں فرہنگ سازی کے علاوہ تقریباً ساٹھ ستر صفحات میں اس کا تجزیہ بھی کیا ہے (دہلی: عاکف بک ڈپو، ۲۰۰۰ء)۔ اس طرح یہ کام محض الفاظ کی ''کھتونی'' نہیں ہے اور دیگر لحاظ سے بھی مفید ہو گیا ہے۔

۵۔ لسانیات کا مسلمہ اصول ہے کہ زبان بدلتی ہے اور لفظ بھی معنی بدلتے ہیں۔ یہ تبدیلی علاقائی اور جغرافیائی بھی ہوتی ہے اور سماجی اور طبقاتی بھی۔ زبان میں علاقائی اور جغرافیائی تبدیلی علاقائی تحتی بولیوں (regional dialects) کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے اور طبقاتی اور سماجی تبدیلی عوامی بولی یا عوام کے مختلف طبقات کی بولیوں (social dialects) کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ ادبی فرہنگ کے مرتب کو اس لحاظ سے بھی تجزیہ کرنا چاہیے اور حواشی میں وضاحت کرنی چاہیے کہ کسی لفظ کے معنی کس طرح علاقے یا طبقے کے لحاظ سے بدلے ہیں۔ مثلاً لفظ ''بُوا'' بھوپال کی اردو میں مسلمان خادمہ کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ یو پی کے ہندو اسے باپ کی بہن کے لیے بولتے ہیں لیکن یو پی میں مسلمان عورتیں برابر

والیوں کو بوا کہہ کر مخاطب کرتی ہیں ۱۹؎۔ اس فرق کو ملحوظ رکھنا ہوگا، بالخصوص کلاسیکی متون میں ورنہ متن کی درست تفہیم ناممکن ہوگی بلکہ فرہنگ گمراہ کن ثابت ہوگی۔ اسی طرح باغ و بہار میں ''رنڈی'' کا لفظ عورت اور عام عورت کے معنی میں آیا ہے۔ طوائف کے معنی بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ نوطرزِ مرصع میں ''مجرا'' کا لفظ سلام کے معنی میں آیا ہے۔ طوائف کے مجرے کا مفہوم بعد میں پیدا ہوا۔ ان سب امور کا فرہنگ نویس کو خیال رکھنا چاہیے۔ '' سُپاری'' کا لفظ اردو میں چھالیہ کے معنوں میں مستعمل ہے لیکن سلینگ زبان میں اس کا مطلب ہے کرائے کے قاتل کو قتل کی اجرت کی پیشگی جزوی ادائی۔ اسی طرح صحیح لفظ ''شہرت'' ہے اور لفظ ''مشہوری'' کا شہرت کے معنوں میں استعمال معیاری زبان میں درست نہیں مانا جاتا لیکن عوامی اور بازاری زبان میں اس کا استعمال ہوتا ہے (جیسے بعض مجمعے باز اتائی اور نیم حکیم خانہ ساز دوا بیچتے وقت کہتے ہیں کہ ''کمپنی کی مشہوری'' کے لیے دوا سستی فروخت کی جارہی ہے)۔ مفہوم میں ہونے والی اس قسم کی طبقاتی اور جغرافیائی تبدیلیوں پر بھی فرہنگ نویس کی نظر ہونی چاہیے۔

٦۔ ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لیکن فرہنگ نویس جس لفظ کا اندراج اپنی فرہنگ میں بطور ''لیما'' کرے گا اس کے صرف وہی معنی درج کرے گا جو اس شاعر یا ادیب کے اس جملے یا مصرعے/شعر سے نکل رہے ہیں جسے فرہنگ میں بطورِ سند پیش کیا جارہا ہے۔ مثلاً لفظ ''میدان'' کے سترہ (۱۷) معنی اردو لغت بورڈ کی لغت میں درج ہیں لیکن اگر اقبال کی فرہنگ بناتے ہوئے لفظ ''میدان'' کی سند کے طور پر بانگِ درا میں شامل نظم ''شکوہ'' کا یہ مصرع پیش کیا جارہا ہے:

؎ پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

تو اس میں میدان کے معنی رزم گاہ یعنی میدانِ جنگ ہیں۔ باقی سولہ (۱۶) معنی اس کے ساتھ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر کسی شاعر یا ادیب کے ہاں ایک لفظ دو مختلف معنوں میں آیا ہے تو دونوں کی الگ الگ شقیں بنا کر (مثلاً ایک اور دو، یا الف اور ب) ہر معنی کے ساتھ متعلقہ مفہوم کی سند لکھی جائے گی، یہ نہیں کہ پہلے دونوں معنی لکھ دیے اور پھر دونوں اسناد دے دیں۔ ہمارے کچھ ''فاضل'' فرہنگ نویسوں نے ایسا کیا بھی ہے اور قاری سوچتا رہ جاتا ہے کہ کس معنی کی سند کون سا مصرع یا شعر ہے۔ گویا فرہنگ میں کسی لفظ کے کئی معنی لکھنے کی بجائے صرف وہ معنی لکھے جائیں گے جو اس لفظ یا ترکیب کی سند سے نکل رہے ہیں۔ ہاں اگر ایک ہی لفظ کی اسناد مختلف معنوں کی ہیں تو باری باری نمبر لگا کر وہ سب معنی اسناد کے ساتھ بالترتیب درج کیے جائیں گے۔

۷۔ ہر شاعرانہ ترکیب یا استعارہ لغت نہیں ہوتا یعنی لغت یا فرہنگ میں بامعنی اور تشریح طلب لفظ کے طور پر ہر استعارہ بطور لیما درج نہیں ہوسکتا۔ اکثر شاعر لفظوں میں مختلف قسم کے شعری پیکر تراشتے ہیں جسے انگریزی میں امیجری (imagery) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شاعر نئی تشبیہات بھی گھڑتے ہیں۔ لیکن ہر نوآموز شاعر کی ہر امیجری اور ہر تشبیہ فوراً ہی لغت میں درج ہونے کا اعزاز نہیں پاسکتی تاقتیکہ اس کا استعمال اوروں کے ہاں بھی نہ ہو۔ ہاں البتہ بڑا شاعر زبان بناتا ہے۔ بڑے اور عالم شاعر کی

زبان سند مانی جاسکتی ہے۔

۸۔ محاورے اور ضرب المثل (یعنی کہاوت) کے الفاظ میں تصرف جائز نہیں، لیکن شاعری میں وزن یا دیگر وجوہ کی بنا پر بسا اوقات شعرا محاوروں کے الفاظ کی ترتیب بدل دیتے ہیں۔ یہ شعرا کے لیے جائز ہے۔ لیکن فرہنگ میں ان کا اندراج کرتے ہوئے محاورے کے الفاظ کی ترتیب کو درست کر دیا جائے گا۔ مثال کے طور غالب کا مصرع ہے:

ع صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا

محاورہ جوے شیر لانا یا جوے شیر کا لانا ہے۔ لہٰذا جب فرہنگ میں اس کا اندراج ہوگا تو حرف لام کی تقطیع میں ''لانا جوے شیر کا'' کی صورت میں نہیں ہوگا بلکہ جیم کی تقطیع میں ''جوے شیر لانا'' کی صورت میں ہوگا اور سند میں یہی مصرع لکھا جائے گا (مع حوالۂ نسخہ وصفحہ نمبر)

۹۔ بعض شعرا خصوصاً کلاسیکی شعرا کے ہاں بعض علوم وفنون کی اصطلاحات کثرت سے ہیں جن سے آج کا عام طالب علم واقف نہیں ہے۔ مثال کے طور پر حکیم مومن خاں مومن کے قصیدوں میں نجوم اور طب کی اصطلاحات بکثرت ہیں (مومن طب اور نجوم دونوں سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے)، جس شخص کو ان علوم کی اصطلاحات سے اچھی خاصی آگہی نہ ہو اسے مومن کے قصائد کی مفصل فرہنگ کیا مختصر سی فہرست بھی بنانے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ طالب علموں کو فرہنگ کا کام بطور مقالہ تفویض کرتے ہوئے ان کی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو بھی مدنظر رکھیں۔

۱۰۔ لغت میں معنی کے اندراج کے لیے مستند لغات سے مدد لینی چاہیے اور فہرستِ مآخذ میں ان کے نام اور طباعتی تفصیلات ضرور دینی چاہییں ورنہ یہ ایک طرح سے سرقہ بھی کہلا سکتا ہے (فہرستِ مآخذ سے مراد فہرستِ اسنادِ محولہ ہے جسے پہلے کتابیات یا ببلیو گرافی بھی کہا جاتا تھا لیکن اب کتابیات یا ببلیو گرافی کا لفظ ایک مخصوص اور مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اب اردو والوں کو بھی چاہیے کہ کتابیات کی اصطلاح کو باقی دنیا کی طرح فہرستِ مآخذ کے معنی میں استعمال کرنا ترک کر دیں)۔

۱۱۔ اسی طرح اسناد لکھنے کے بعد کتاب کا نام اور صفحہ نمبر (جس سے وہ اسناد لی گئی ہیں) ضرور لکھنا چاہیے اور ان کتابوں/دواوین کی طباعتی تفصیلات مع ایڈیشن کے اور مصنف (اور مرتب اگر کوئی ہو) کے نام کے ساتھ ضرور فہرستِ مآخذ میں لکھنا چاہیے۔

۱۲۔ بعض طالب علم فرہنگ بنانے کا کام عام سی کاپیوں یا رجسٹروں پر شروع کر دیتے ہیں اور بعد میں پچھتاتے ہیں کیوں کہ قدم قدم پر نئے الفاظ کا اضافہ فہرست میں ہوتا ہے اور نئے اندراجات کی الف بائی ترتیب میں گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اس سلسلے میں کارڈوں یا کاغذ کے بڑے ٹکڑوں کا استعمال صحیح رہتا ہے۔ لائبریری کے کیٹلاگ میں استعمال ہونے والے یا اس سے ذرا بڑے کارڈ استعمال کرنے چاہییں۔ لیکن بسا اوقات کارڈوں کی ضخامت کی وجہ سے انھیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر اے فور (A4) کی پیمائش کے کاغذ کو چوڑائی میں دو برابر حصوں میں کاٹ لیا جائے تو اس میں خاصی گنجائش ہوتی

ہے اور لفظ، اس کا تلفظ، قواعدی حیثیت، مختلف معنوں کی شقیں اور ان کی اسناد ایک ہی کاغذ میں سما جاتی ہیں۔ ان کاغذات کو الف بائی ترتیب میں مرتب کرنا اور ان کے درمیان نئے اندراجات کا اضافہ کرنا آسان رہتا ہے۔

۱۳۔ اندراجات کے کارڈ بنانے کے بعد ان کو حروف کار یعنی کمپوزر کو دینے سے قبل الف بائی ترتیب میں رکھ کر ان پر شمار کا عدد لکھ لینا چاہیے۔ پھر انھیں ایک کونے سے جلد ساز کی طرح مضبوط دھاگے میں پرو لینا چاہیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کمپوزر کی غفلت یا کسی اور وجہ سے کوئی کاغذ گم بھی ہو جائے تو شمار کے عدد سے گم شدگی کا علم ہو جائے گا۔

۱۴۔ ان کاغذوں یا کارڈوں کی ایک نقل، خواہ ہاتھ سے لکھی ہوئی خواہ فوٹو کاپی کی صورت میں، اپنے پاس رکھنی چاہیے تا کہ خدانخواستہ کسی حادثاتی صورت حال کے نتیجے میں ساری محنت اکارت نہ ہو جائے۔

۱۵۔ فرہنگ نویس کو عام سے اور ہر لغت میں مل جانے والے الفاظ اور مرکبات درج کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ کام لا مرکبات، اصطلاحات، محاورات، کہاوتیں وغیرہ مع اسناد پیش کی جائیں۔ اس کے علاوہ متروک معنی یا مجازی معنی یا ایسے معنی جو کم ہی لغات میں درج ہیں بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ اردو لغت اور اردو زبان کو ثروت مند بنانے کا عمل ہے۔ بعض اردو لغات میں بعض معنی بغیر کسی سند کے درج کر دیے گئے ہیں حالانکہ لغت نویسی میں سند شرط ہے (اردو لغت بورڈ نے محض دیگر لغات کا حوالہ دے کر سیکڑوں الفاظ کے معنی لکھ دیے ہیں۔ یہ نقل در نقل ہے جو اردو لغات کی عام بیماری ہے)، ایسے الفاظ کے استعمال کی سند اگر فرہنگ میں دے دی جائے تو یہ بھی اردو لغت میں اہم اضافہ تصور کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو لغت بورڈ کی لغت کی تدوین نو کے وقت ادبی متون کی ایسی تمام فرہنگوں کا مطالعہ لازمی ہوگا جو نئے، نادر اور غریب الفاظ، متروک معنی اور ان کی اسناد مہیا کر سکیں۔ یہ کام ہمارے نو جوان محققین کو ضرور کرنا چاہیے۔

استعمال کی سند کی اہمیت یہ ہے کہ لفظ کے معنی استعمال ہی سے طے ہوتے ہیں۔ دراصل شاعر اور ادیب ہی زبان میں اضافہ کرتے ہیں اور ان کی تحریروں میں بسا اوقات نئی تراکیب یا پرانے الفاظ کے نئے معنی ملتے ہیں جو وقت کے ساتھ رائج بھی ہو جاتے ہیں۔ شعرا اور ادبا کا نادر و قلیل الاستعمال الفاظ یا تراکیب کا اپنی تحریر میں استعمال کرنا یا شاذ معنوں میں ان کو برتنا دراصل لغت نویس کے لیے بہت اہم ہوتا ہے کیونکہ لغت میں کسی لفظ یا اس کے مفہوم کے اندراج کے لیے سند درکار ہوتی ہے اور یہ سند جملے یا مصرعے میں لفظ کے استعمال ہی کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس طرح مختلف طرح کے متون (ادبی و غیر ادبی دونوں طرح کے) سے الفاظ یا ان کے معنی اخذ کر کے لغت مرتب کی جاتی ہے۔

امید ہے ہمارے فرہنگ نویس محض ڈگری کے لیے یہ کام نہیں کریں گے بلکہ ہماری خوب صورت اور باثروت زبان کو مزید خوب صورت اور ثروت مند بنانے کے جذبے سے فرہنگ نویسی کی ذمے داری اٹھائیں گے۔

حواشی:

۱۔ مثلاً آر آر کے ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K. Hartmann and GregoryJames)، کی کتاب Dictionary of lexicography، (لندن: روٹلج،۱۹۹۸ء) نیز بی ٹی اٹکنس اور مائیکل رنڈل (B.T. Atkins and Michael Rundell)، کی کتاب The Oxford guide to practical lexicography، (اوکسفرڈ:۲۰۰۸ء)(ص ۳۵۔۱۷) میں بھی یہی تعریف کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ ملتی ہے۔ Concise Oxford Englsih Dictionary نے بھی کم وبیش یہی لکھا ہے، ملاحظہ ہو اس کا گیارھواں ایڈیشن، ۲۰۰۶ء۔

۲۔ یہ معنی بھی کئی فارسی لغات میں درج ہیں، مثلاً: فرہنگ جامع: فارسی بہ انگلیسی و اردو(اسلام آباد: رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، ۲۰۰۳ء)، اشاعتِ ثانی۔

۳۔ مختلف لغات میں یہ مفاہیم موجود ہیں، مثلاً المنجد (عربی۔اردو)، (کراچی: دارالاشاعت،۱۹۷۵ء)۔

۴۔ تفصیلات کے لیے: آر آر کے ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا، ص۶۱؛ نیز بی ٹی اٹکنس اور مائیکل رنڈل، محولہ بالا، ص ۳۵۔۱۷

۵۔ آر آر کے ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا۔

۶۔ تفصیلات کے لیے: ہارٹ مین، محولہ بالا، نیز سڈنی آئی لینڈو (Sydney I. Landau)، Dictioanries: the art and craft of lexicography، (نیویارک: چارلس اسکربنرز،۱۹۸۴ء)، ص۲۲۔۲۰؛ گیان چند، عام لسانیات، (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۵۶۱۔۵۵۶؛ رؤف پاریکھ، علم لغت، اصول لغت اور لغات (کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۷ء)، ص ۴۸۔۴۷

۷۔ ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا۔

۸۔ ایضاً۔

۹۔ اولگا کرپووا، (Olga Karpova)، Englsih author dictionaries (ٹائین، کیمبرج اسکالرز پبلشنگ،۲۰۱۱ء)، ص۶۔۵۔

۱۰۔ رؤف پاریکھ، اردو میں لسانی تحقیق وتدوین: گزشتہ چند عشروں میں، (کراچی: اکادمی بازیافت،۲۰۱۳ء)، ص۶۹۔۶۸

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ہارٹ مین اور گریگری جیمز، محولہ بالا۔

۱۳۔ اولگا کرپووا، محولہ بالا، ص ۷۔۶

۱۴۔ مشمولہ تحقیق، شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، شمارہ ۳۱، جنوری۔جون ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۱۔۱۵۴

۱۵۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: بو سونسن (Bo Dveneson) کی کتاب A handbook of lexicography (کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء)، بالخصوص پانچواں باب۔ نیز ایم اے کے ہالی ڈے ودیگر (M.A.K. Halliday and others)، Lexicology and corpus linguistics، (لندن: کنٹی نیئم،۲۰۰۴ء)، ص۶؛ اس کے علاوہ راقم کی کتاب علم لغت، اصول لغت اور لغات (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء) (ص ۱۸۔۱۷) میں بھی اس موضوع پر کچھ معلومات اور دیگر حوالہ جات درج ہیں۔

۱۶۔ رؤف پاریکھ، علم لغت، اصول لغت اور لغات، محولہ بالا، ص ۱۶۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۴۔

۱۹۔ گیان چند جین، لسانی مطالعے (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۱ء)، ص ۱۲۶ (تیسرا ایڈیشن)۔